قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 13 جنوری 2022ء | 09 جمادی الثانی 1443 ہجری قمری | 13 صلح 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:11

ارشاد باری تعالیٰ

وَ یَضَعُ عَنۡہُمۡ اِصۡرَہُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡہِمۡ

(الاعراف:158)

ترجمہ: اور ان سے ان کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔

فرمان خلیفۂ وقت

’’گردنوں میں جو پھندے پڑے ہوئے ہیں وہ اتار دیتا ہے جو پھندے پہلی قوموں میں پڑے ہوئے تھے پہلی نسلوں میں پڑے ہوئے تھے اپنے دین کو بھول کر رسم و رواج میں پڑ کر یہودیوں اور عیسائیوں نے گلوں میں جو پھندے ڈالے ہوئے تھے اب وہی باتیں بعض مسلمانوں میں پیدا ہو رہی ہیں اگر ہم میں بھی پیدا ہو گئیں تو پھر ہم یہ کس طرح دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں پس یہ طوق ہمیں اتارنے ہوں گے اگر ہم بے احتیاطیوں میں بڑھتے رہے تو یہ طوق پھر ہمارے گلوں میں پڑ جائیں گے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے گلوں سے اتارے ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جنوری 2010ء)

’’تم ایسے دین اور ایسے نبی کو ماننے والے ہو جو تمہارے بوجھ ہلکے کرنے والا ہے جن بیہودہ رسم و رواج اور لغو حرکات نے تمہاری گردنوں میں طوق ڈالے ہوئے ہیں پکڑا ہوا ہے ان سے تمہیں آزاد کرانے والا ہے تو بجائے اس کے کہ تم اس دین کی پیروی کرو جس کو اب تم نے مان لیا ہے اور ان طور طریقوں اور رسم و رواج اور غلط قسم کے بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد کرو ان میں دوبارہ گرفتار ہو رہے ہو اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ تم تو خوش قسمت ہو کہ اس تعلیم کی وجہ سے ان بوجھوں سے آزاد ہو گئے ہو اور اب فلاح پا سکو گے کامیابیاں تمہارے قدم چومیں گی نیکیوں کی توفیق ملے گی۔‘‘

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 692)

اس شمارہ میں

- سب خطاؤں کو درگزر کیجئے (منظوم)
- آنحضرتؐ کی کتاب کا مطالعہ کرتے رہنا چاہئے
- سورۃ الشوریٰ اور الزخرف کا تعارف
- عجائبات عالم

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اسلام میں بری روایت جاری کرے گا تو اسے اپنے گناہ کے علاوہ ان لوگوں کے گناہ میں سے بھی حصہ ملے گا جو اس پر عمل پیرا ہوں گے بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں سے کوئی کمی کی جائے۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

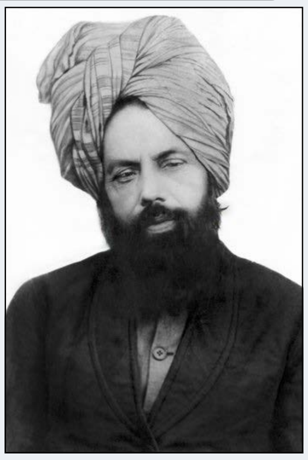

بد رسومات

’’میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے گلے کا ہار ہو رہی ہیں اور ان بری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہئے۔۔۔۔سو آج ہم کھول کر باآواز کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 66 - 67 ایڈیشن 1989ء)

’’رسومات کی بجا آوری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات کے گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 316)

دربارِ خلافت

خدا کے نبیوں کا امتحان کرنا اچھا نہیں ہوتا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

... پھر (حضرت مولوی محمد عبدالعزیز صاحبؓ ولد مولوی محمد عبداللہ صاحب۔ ناقل) بیان کرتے ہیں غرض اسی خاموشی میں جب وقت گزر گیا۔ 1902ء کا زمانہ آ گیا۔ (پندرہ سولہ سال کا عرصہ گزر گیا اور 1902ء آ گیا۔) اس اثناء میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب جنگ مقدس اور آئینہ کمالات اسلام کا مطالعہ کر چکے تھے جس کی وجہ سے کئی سوالات کا تو تصفیہ ہو گیا (جو آپ کے یعنی مولوی صاحب) حضرت مولوی محمد عبدالعزیز صاحبؓ کے والد مولوی محمد عبداللہ صاحب۔ ناقل) کے ذہن میں سوال اُٹھتے تھے۔ یہ دو کتابیں پڑھنے کے بعد بہت سارے سوالوں کا جواب آ گیا) لیکن کئی نئے اعتراض بھی پیدا ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے اکیس سوالات نوٹ کر لئے۔ (جو اعتراضات پیدا ہوئے وہ اکیس سوالات کی صورت میں نوٹ کئے) اور 1902ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناظرے کے لئے قادیان کو روانہ ہو گئے کہ وہاں جا کر میں مناظرہ کروں گا اور براہِ راست مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ (کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ وہاں کے رہنے والوں میں سے کسی سے کچھ نہیں پوچھا، سیدھے گئے اور مسجد مبارک میں تشریف لے گئے۔ اُس کی بھی ایک وجہ تھی جو آگے بیان ہو گی) اور کسی نماز کے وقت پہنچے (اور نماز باجماعت ادا کی۔) اس لئے کسی کو نہیں بتایا کیونکہ مشہور یہ تھا کہ مرزا صاحب نے چند ایجنٹ رکھے ہوئے ہیں جو آنے والے مہمان سے سب کچھ پوچھ لیتے ہیں، جس طرح پیروں کی عادت ہوتی ہے اور اندر خبر پہنچا دیتے ہیں اور مرزا صاحب جس کمرے میں رہتے ہیں اُس کے کئی دروازے ہیں۔ عجیب عجیب کہانیاں بنائی تھیں۔ اور ہر ایک غرض کے لئے علیحدہ علیحدہ دروازہ تجویز کیا ہوا ہے۔ مرزا صاحب کے پاس جب مہمان اندر جاتا ہے تو چونکہ مرزا صاحب کو پہلے ہی اطلاع پہنچی ہوئی ہوتی ہے، آپ جاتے ہی پوچھتے ہیں کہ آپ کا یہ نام ہے اور آپ فلاں جگہ سے فلاں کام کے لئے آئے ہیں، وغیرہ وغیرہ اور ایسی باتوں سے مہمان کو یقین ہو جاتا ہے۔ (یہ کہانیاں مشہور تھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اس لئے انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔) تو لکھتے ہیں ایسی باتوں سے اس مہمان کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ یقیناً ولی اللہ ہے جو خود بخود ہی سب کچھ بیان کر رہا ہے۔ غرض اُس وقت یہ خیال مولوی صاحب کے دل میں بھی تھا۔ (یہ جو مولوی صاحب گئے تھے ان کے دل میں بھی یہی خیال تھا) اور یہ خیال تھا کہ اگر مجھ سے کوئی پوچھے گا تو کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اسی واسطے آپ سیدھے مسجد میں آئے اور کسی سے کچھ نہیں پوچھا۔ (بعد میں خود ہی کہتے ہیں کہ یہ امر غلط ثابت ہوا اور مخالفین کا بہتان۔ خیر بہر حال) چونکہ اُس وقت نماز کا وقت تھا یا نماز ہو رہی تھی، آپ نے نماز باجماعت گزاری۔ بعد از نماز حضرت اقدس شاہ نشین پر رونق افروز ہوئے اور دوسرے احباب ادھر ادھر بیٹھ گئے۔ بعد از ملاقات السلام علیکم عرض کرنے کے مولوی صاحب نے چپکے سے حضرت صاحب کے پاؤں پکڑ کر دبانے شروع کئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدا کے نبیوں کا امتحان کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ (ان کی نیت دبانے کی نہیں تھی، کچھ اور تھی، آگے بیان ہو گی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدا کے نبیوں کا امتحان لینا اچھا نہیں ہوتا۔ فوراً اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں ڈال دیا کہ یہ دبانا اخلاص کا نہیں ہے بلکہ کوئی اور وجہ ہے۔ بہر حال کہتے ہیں کہ) یہ ایک نشان تھا جو حضور کی پہلی ملاقات میں ہی آپ نے (یعنی مولوی صاحب نے) ملاحظہ فرما لیا۔ اور آپ کو ایمانی روح حاصل کرنے کے لئے ممد ہوا۔ (بیٹا اپنے باپ کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ خیر) الحمد للّٰہ علیٰ ذالك۔ پھر لکھتے ہیں کہ بات یہ تھی جناب مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک حدیث یا روایت میں دیکھا تھا کہ حضرت امام مہدی کی صداقت کا ایک نشان یہ ہو گا کہ آپ کے پاؤں میں (پنجابی میں لکھا ہوا ہے) لِپّا یا گڑھا نہیں ہو گا بلکہ سیدھے ہوں گے flat footed جو ہوتے ہیں اُس طرح، زیادہ تلوے میں گڑھا نہیں ہو گا۔ تو آپ نے اسی خیال سے حضور کے پاؤں کو پکڑا۔ (دبانے کی نیت سے نہیں پکڑا تھا یہ دیکھنے کے لئے کہ گڑھا ہے کہ نہیں) اور اُس کے پکڑنے سے دو نشان ملاحظہ فرمائے۔ ایک تو یہ کہ حضور کے پاؤں میں حسب ارشادِ نبوی فی الواقع وہ گڑھا نہیں تھا۔ دوم خود ہی حضور نے فرما دیا کہ خدا کے نبیوں کا امتحان کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو کسی نے نہیں بتایا تھا۔ جبکہ بیسیوں آدمی حضور کے پاؤں وغیرہ دبایا کرتے تھے مگر یہ لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی نہیں فرمایا تھا جو اُس وقت آپ نے فرمایا کہ خدا کے نبیوں کا امتحان کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ یہ کیسے خیال پیدا ہو گیا کہ اُس وقت دبانے والا امتحاناً دبا رہا ہے۔ اور اس وقت یقیناً تھا بھی امتحانی دبانا۔ پس یہ ایک بین نشان تھا جو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ایمانی تازگی حاصل کی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ۔ پھر لکھتے ہیں کہ اس کے بعد مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے چند سوالات ہیں اگر حکم ہو تو عرض کروں۔ حضور نے اجازت فرمائی۔ مولوی صاحب نے پہلا سوال پیش کیا جو مولوی صاحب اور حضرت اقدس کے کلام کا جو سلسلہ ہے اُسی طرح لکھا جاتا ہے۔

مولوی صاحب پوچھتے ہیں کہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حاضنہ (دائی) تھیں، (کھلانے والی تھیں) حضرت ایمن جن کا نام تھا جن کو حضور روزانہ یا اکثر دفعہ آپ کے پاس پہنچ کر اپنی تازہ وحی سے مشرف فرمایا کرتے تھے جس سے آپ مسرور رہتی تھیں۔ (وحی سن کے خوش ہوا کرتی تھیں) حتی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہو گیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ جانشین مقرر ہوئے۔ آپ بھی ایک دن والدہ صاحبہ سے یعنی اُمِّ اَیمن سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو والدہ صاحبہ رونے لگ گئیں۔ آپ نے فرمایا کیا آپ اس لئے روتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ یہ سنت اللہ تھی جو پوری ہوئی۔ امّاں جان نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں اس لئے روتی ہوں کہ اِنْقَطَعَتِ الْوَحْیُ۔ کہ آج وحی منقطع ہو گئی۔ پس جب اماں جان صاحبہ انقطاع وحی کی قائل ہیں تو آپ کیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کے قائل ہو سکتے ہیں؟ یہ اُن کا سوال تھا۔ بڑی لمبی تمہید کے بعد یہ سوال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو انقطاعِ وحی ہو چکا ہے تو اب کس طرح وحی ہو سکتی ہے؟ آپ کہتے ہیں مجھے وحی ہوتی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا آپ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ کے ماتحت تسلیم کرتے ہیں کہ یہ امت خیر امت ہے۔ مولوی صاحب نے کہا: ہاں مَیں مانتا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیا آپ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آیت اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ (المائدہ: 112)، وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی (القصص: 8)، وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ (النحل: 69) کے ماتحت مسیح کے حواریوں اور موسیٰ کی والدہ اور شہد کی مکھیوں وغیرہ کو وحی الٰہی ہوئی اور ہوتی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا ہاں ضرور ہوتی تھی اور ہوتی ہے۔ (بڑا اچھا یہ ایک تبلیغی قسم کا مناظرہ چل رہا ہے۔)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو پھر کیا یہ امت مسیح کے حواریوں اور موسیٰ کی امت کی عورتوں اور حیوانوں سے بھی گئی گزری ہو گئی کہ اُنہیں تو وحی ہوئی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو جو خیرِ امت ہے، وحی نہ ہو۔ (جاری ہے)

(خطبہ جمعہ 19/ اکتوبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

سب خطاؤں کو درگزر کیجے

سوچ اپنی ہی معتبر کیجے
ذکر مولا کا جس قدر کیجے

آرزو ہو خدا کو پانے کی
سجدے اشکوں سے روز تر کیجے

ہم نے سیکھا ہے اپنے دشمن کی
سب خطاؤں کو درگزر کیجے

گو نصیحت اثر بھی کرتی ہے
پر نصیحت بھی مختصر کیجے

ایک پتلا ہے گیلی مٹی کا
ناز خود پر نہ اے بشر! کیجے

جس نے آنا تھا آچکا کب کا
ساری دنیا کو یہ خبر کیجے

ہے دعاؤں پہ جو یقیں زاہدؔ!
پھر نہیں خوف رتی بھر کیجے

سید طاہر احمد زاہد

اداریہ

آنحضرتؐ کی کھلی اور فعلی کتاب کا ہمیں مطالعہ کرتے رہنا چاہئے

کتاب کی افادیت و اہمیت سے کسے انکار ہے۔سب سے اول ہمارے لئے اعلیٰ و ارفع کتاب جس کی عزت و توقیر ہمارے دلوں میں بستی ہے وہ قرآن کریم ہے، اس کے علاوہ کتاب خواہ درسی ہو، علمی و تربیتی ہو، کھلی کتاب ہو یا فعلی کتاب ہو، انسان کی دوست ہوتی ہے۔ اور ہونی بھی چاہئے۔کیونکہ کتاب مطالعہ کے بعد انسان کے اندر تبدیلی کا باعث ہوتی ہے اور تبدیلی بھی وہ جو روحانی کہلائے۔ اور انسان کو جنت کی راہ دکھلائے۔ خصوصی طور پر کسی روحانیت میں بلند مقام کے حامل انسان کی زندگی کی فعلی کتاب ہو۔ اور بالخصوص ہمارے پیارے رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ کی مبارک زندگی کی فعلی کتاب ہو۔جس کو پڑھنے اور آپؐ کے اعمال صالحہ اور سنت کو دیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی ایک مومن توفیق پائے تو وہ اللہ کے پیار کے حصار میں آجاتا ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰؐ کی پاکیزہ زندگی کے عظیم ادوار پر مشتمل اخلاقی و تربیتی و دینی تعلیمات جو قرآن و احادیث اور آنحضورؐ کی سیرت و شمائل کی کتب میں درج ہیں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا چاہئے۔آپؐ کی کھلی اور فعلی کتاب کا مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’رسول اللہؐ کی پاک اور مقدس زندگی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہادی کامل اور پھر قیامت تک کے لئے اور اس پر کُل دنیا کے لئے مقرر فرمایا۔ مگر آپؐ کی زندگی کے کل واقعات ایک عملی تعلیمات کا مجموعہ ہیں۔جس طرح قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی قولی کتاب ہے اور قانون قدرت اس کی فعلی کتاب ہے۔ اسی طرح پر رسول اللہؐ کی زندگی بھی ایک فعلی کتاب ہے جو گویا قرآن کریم کی شرح اور تفسیر ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 17 ایڈیشن 1966ء)

آنحضورؐ کی زندگی کے مطالعہ کی بات کریں توصحابہؓ ساتھ ضرور یاد آتے ہیں۔کیونکہ سب سے زیادہ صحابہؓ نے اپنے آقا و مرشد حضرت محمدؐ کی فعلی کتاب کو پڑھا اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا خطاب پا کر امر ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

’’انسان کو چاہئے کہ آنحضرتؐ اور صحابہؓ کی زندگی کا ہر روز مطالعہ کرتا رہے۔ وہ تو ایسے تھے کہ بعض مر چکے تھے۔ اور بعض مرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کے سوائے بات نہیں بن سکتی۔‘‘

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 185 ایڈیشن 1966ء)

اس اداریہ میں اوپر بیان کردہ ارشاد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ آنحضورؐ کی زندگی کی فعلی کتاب گویا قرآن کریم کی شرح اور تفسیر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر خاکسار کو حضرت عائشہؓ کا وہ قول یاد آرہا ہے کہ جب کسی شخص نے آنحضورؐ کی سیرت و شمائل کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کَانَ خُلُقُہٗ الْقُرْاٰنَ کہ آپؐ کے اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے۔

(حدیقۃ الصالحین از محترم ملک سیف الرحمان مرحوم صفحہ 49)

گویا آپؐ قرآن کریم کی تشریح اور تفسیر تھے۔

آئیں !اس مبارک ’’فعلی کتاب‘‘اور اپنے آقاؐ کی مبارک سنت کا اختصار سے مطالعہ کرتے ہیں۔تا یہ خوبیاں اور نیک عادات ہم بھی اپنے اندر سمونے والے بن جائیں۔

سب سے پہلے ایک ایسی خوبی کا ذکر کرتے ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد پر برابر کا اثر کرتی ہے اور وہ ہے سچ بولنا۔ آپؐ بچپن سے ہی سچ بولا کرتے تھے۔ اور جھوٹ سے سخت نفرت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ اپنے معاشرے میں ’’صادق اور آمین‘‘ کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ بلکہ بعض کفار اور مشرک آپؐ کو ’’صدوق‘‘ یعنی صادق کی اعلیٰ و ارفع صفت سے پکارتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضورؐ نے کفار مکہ سے مخاطب ہو کے پوچھا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر چھپا ہوا ہے تو کیا تم اسے تسلیم کرلو گے؟ تمام کفار بیک زبان ہو کر بولے کہ ہاں ہم مان لیں گے۔ کیونکہ ہم نے تجھے کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

اسی طرح جب کچھ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور آنحضورؐ کا تاریخی خط حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو دیا اور اسلام لانے کی دعوت دی تو اس نے پہلا سوال ہی یہ کیا کہ جس نبی کا پیغام آپ لائے ہیں کیا اس نے اپنی سابقہ زندگی میں کبھی جھوٹ بولا ہے؟ تو ابو سفیان بے ساختہ بول اٹھا کہ نہیں نہیں۔ اُس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

(حدیقۃ الصالحین از صفحہ 84)

اوپر دوسری صفت ’’امین‘‘ بیان ہوئی ہے یہ خوبی بھی آنحضورؐ کے اندر کمال درجہ حد تک تھی۔ اپنے اور پرائے آپ کے پاس بڑی امانتیں رکھ جاتے۔ جو محفوظ رہتیں اسی وجہ سے آپؐ ’’امین‘‘ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مدینہ ہجرت کے وقت آپؐ تمام امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کر کے مدینہ کو روانہ ہوئے اور حضرت علیؓ نے یہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کیں۔

انسان کی زندگی کی ایک اہم خوبی دی ہوئی زبان کا پاس کرنا ہے۔ جسے ہم عہد کی پاسداری کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ ہمارے پیارے رسولؐ کی فعلی کتاب میں اس عنوان سے بھی ایک رہنما باب موجود ہے۔جس میں یہ جلی حروف سے کندہ ہے کہ آپ دی ہوئی زبان کا پاس رکھتے تھے۔ اسکی جیتی جاگتی تصویر ہمیں صلح حدیبیہ کے موقع پر اور اسکے بعد پیدا ہونے والے حالات میں نظر آتی ہے۔ جب فریقین میں یہ طے پا گیا تھا کہ اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے گا تو وہ واپس بھجوایا جائے گا۔ جبکہ مدینہ سے کوئی شخص اگر مکہ پہنچے گا تو وہ واپس نہیں بھجوایا جائے گا۔

تو یہ ان شرائط میں سے ایک سخت شرط تھی مگر ہمارے عہد کا پاس کرنے والے رسول آنحضرتؐ نے ہر اس شخص کو بوجھل دل کے ساتھ واپس بھجوایا جس نے مکہ میں کفار کی سختیوں سے تنگ آ کر مدینہ پہنچ کر پناہ تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔

آنحضورؐ کی یہ کھلی فعلی کتاب بہت ضخیم ہے اور 63 سالوں تک ہی محدود نہیں بلکہ آپؐ کی وفات کے بعد خلفاء و صحابہؓ نے بھی حضرت محمدؐ کو اپنے اندر اُتارتے ہوئے اس کتاب کو کھلا رکھا اور آج حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات کی روشنی میں جماعت احمدیہ کے ذریعے یہ فعلی کتاب پہلے سے زیادہ روشن و تابندہ ہوتی جارہی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

’’آنحضورؐ کا وقت کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے بہت بڑی خزاں کا وقت تھا۔ اور اسی کے مقابل میں بہار بھی وہ آئی کہ اسکی نظیر نہ پہلے ملتی ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ اس لئے کہ آئندہ تو اسی بہار کا سماں ہے‘‘

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 120)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ’’آئندہ تو اسی بہار کا سماں ہے‘‘ غور طلب ہیں کہ آخری زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والے اپنی زندگیوں میں اپنے اعلیٰ و ارفع رسول حضرت محمدؐ اور صحابہؓ کے اسوہ کو سمونے والے ہوں گے۔ گویا یوں لگے گا کہ ہر احمدی چھوٹا محمدؐ بن کے آپؐ کی سیرت کو اجاگر کرے گا اور آپؐ کے اخلاق و اطوار کو زندہ رکھ کر اس فعلی کتاب کو کھلا رکھے گا۔ اور اس کا مطالعہ کرتا رہے گا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی یہی منشاء تھی کہ ہم روزانہ کی بنیاد پر آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہ کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے رہیں۔

اس آرٹیکل میں اس فعلی کتاب کا تمام کچھ لکھنا محال ہے۔ تاہم ایک دو باتوں کا ذکر کر کے اس تحریر کو اس دعا سے ختم کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم سب احمدیوں کو چھوٹا محمدؐ بنادے تا 1400 سال قبل کا دور دوبارہ لوٹ آئے۔ آمین۔ آیئے یاددہانی کے طور پر آنحضرتؐ کی پھولوں کی طرح مہکتی اور شبنم کی طرح پاک و صاف مبارک زندگی کو ایک نظر دیکھتے ہیں اور اپنے اندر سرائیت کرتے ہوئے اللہ کی قدرت سے حظ اٹھاتے ہیں۔

آنحضورؐ اکثر چپ رہتے تھے۔ بلا ضرورت بات نہ کرتے تھے۔ جب بات کرتے تو پوری وضاحت سے کرتے۔ آپؐ کی گفتگو مختصر لیکن فصیح و بلیغ، پُر حکمت اور جامع ہوتی۔ کسی کی مذمت و تحقیر نہ کرتے اور نہ توہین و تنقیص۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 48)

شکر گزاری کا رنگ نمایاں تھا۔حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ آپؐ سے عرض کی جب خدا نے آپؐ کی اگلی پچھلی کمزوریاں معاف فرما دی ہیں تو اتنے لمبے سجدے کیوں بجا لاتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا کہ کیا میں اپنے خدا کا عبد شکور نہ بنوں۔

ایک موقع پر اخلاق حسنہ کے حوالے سے فرمایا کہ

بقیہ صفحہ 5 پر

عائشہ چودھری۔ جرمنی

سورۃ الشوریٰ اور الزخرف کا تعارف

از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

سورۃ الشوریٰ

یہ سورۃ مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی چوّن آیات ہیں۔

گزشتہ سورۃ کی آخری آیات میں ایک تو یہ تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ جب نبوت کی نعمت اترتی ہے تو لوگ اس کو قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں لیکن اس کے نتیجہ میں جب ان کو شر چھٹ جاتا ہے تو پھر لمبی چوڑی دعائیں کرتے ہیں کہ وہ شر ٹل جائے۔ پس ان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے وہ نشانات بھی دکھائے گا جو آفاق پر ظاہر ہوتے ہیں اور جو قانون قدرت کے عظیم مظاہر ہیں۔ اور وہ نشانات بھی دکھائے گا جو ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی ہستی کی گواہی دینے کے لئے موجود ہیں۔

اس سورۃ میں مقطعات کے بعد فرمایا کہ جس طرح اس سے پہلے وحی کی گئی اور اُسے پہلے لوگوں نے نظرانداز کر دیا اسی طرح اب تجھ پر بھی وحی نازل کی جارہی ہے جو ایک عظیم نعمت ہے لیکن دنیادار اس آسمانی نعمت کو قبول نہیں کریں گے کیونکہ ان کو صرف دنیا کی نعمتوں کی حرص ہوتی ہے۔

اس کے بعد آیت کریمہ نمبر 8 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل عالم کا ڈرانے والا بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ تمام بستیوں کی ماں یعنی مکہ، جسے اللہ تعالیٰ نے سب دنیا کا مرکز مقرر فرمایا ہے، اگر اسے ڈرایا جائے تو گویا کل عالم کو ڈرایا گیا۔ اور وَمَنْ حَوْلَهَا کے الفاظ میں تو گویا تمام جہانوں کی بستیاں آ جاتی ہیں۔ پھر يَوْمُ الْجَمْعِ کا ذکر بھی فرمایا گیا کہ جس طرح مکہ کو تمام بنی نوع انسان کے جمع ہونے کی جگہ بتایا گیا اسی طرح ایک جمع آخرت میں بھی ہو گا جس میں تمام بنی نوع انسان کو جمع کیا جائے گا۔

پس باوجود اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ تمام بنی نوع انسان کو ایک بنانے کی سعی فرمائی گئی لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اہلِ دنیا اس نعمت کو رد کر کے پہلے کی طرح آپس میں پھٹے رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو مجبور کر کے ہدایت پر اکٹھا نہیں کرتا ورنہ تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی امّت بنا دیتا۔

اس کے بعد گزشتہ انبیاء پر وحی کے نزول کا مقصد یہی بیان فرمایا گیا کہ وہ لوگوں کو اکٹھا کریں۔ لیکن جب بھی وہ آئے بدنصیبی سے لوگ اس نعمت کا انکار کر کے اور بھی زیادہ انشقاق کا شکار ہو گئے۔ ان کے تفرقہ کی بنیادی وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ دراصل وہ ایک دوسرے سے عناد رکھتے تھے۔ پس سوال یہ ہے کہ ان کا ان مسلسل نافرمانیوں کے باوجود کیوں قضیہ طے نہیں کیا جاتا؟ اس کا جواب یہ دیا جارہا ہے کہ جب تک زمین پر انسانوں کی آزمائش کا سلسلہ مقدر ہے، اس سے پہلے ان کا قضیہ یہاں طے نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ وقتی طور پر ہر قوم کا قضیہ اس کی اجل مسمّٰی کے اندر طے کیا گیا لیکن اس کے بعد ایک اور قوم اور پھر ایک اور قوم دنیا میں آتی چلی گئی اور مجموعی طور پر انسان کا قضیہ آخری اجل مسمّٰی کے وقت طے کیا جائے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ منکرین کے اختلاف اور نافرمانیوں پر کسی تردّد کی ضرورت نہیں۔ جب اللہ یہ فیصلہ فرمائے گا کہ ان کو جمع کیا جائے تو ضرور جمع کر دے گا۔ اس جمع کی ایک عظیم پیشگوئی سورۃ الجمعۃ میں بھی موجود ہے۔

اس سورۃ کی آیت نمبر 24 کا شیعہ مفسرین سیاق و سباق سے ہٹ کر ایک ظالمانہ ترجمہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے کا ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ

لوگو! میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا لیکن میرے عزیز رشتہ داروں کو اس کے بدلہ میں اجر دو۔ اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ کیونکہ اپنے عزیزوں کے لئے اجر طلب کرنا دراصل اپنے لئے ہی اجر طلب کرنا ہوتا ہے۔ اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ میں تو تم سے اپنے لئے اور اپنے عزیزوں کے لئے بھی کوئی اجر طلب نہیں کرتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ میرے عزیزوں اور آگے اُن کی نسل کو کبھی صدقہ نہ دیا جائے لیکن تم اپنے اقرباء کو نظرانداز نہ کرو۔ ان کی ضروریات پر خرچ کرنا تم پر فرض ہے۔

یہ جو مضمون چھیڑا گیا تھا کہ غریبوں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرو خصوصاً اپنے اقرباء پر، اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیوں انہیں براہ راست خود ہی عطا نہیں فرما دیتا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ رزق کے وسیع یا تنگ ہونے کا مضمون اَور حکمتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض دفعہ لوگ رزق میں وسعت کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں اور بعض دفعہ رزق میں تنگی کے ذریعہ۔ اور جو وسعت کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں انہی کا ذکر پہلے گزرا ہے کہ وہ فراخی کے باوجود کمزوروں کا حق کہ اقرباء تک کا خیال نہیں کرتے۔

اس کے بعد آیت نمبر 30 ایک حیرت انگیز انکشاف کر رہی ہے جس کا تصور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کسی زمینی انسان کو نہیں ہوسکتا تھا۔ اس زمانہ میں تو آسمانوں کو پلاسٹک کی قسم کی سات تہوں پر مشتمل سمجھا جاتا تھا جس میں چاند ستارے اس طرح جڑے ہوئے ہیں جس طرح کپڑوں پر نگینے ٹانکے جاتے ہیں۔ کون کہہ سکتا تھا کہ زمین کی طرح وہاں بھی چلنے پھرنے والی مخلوق موجود ہے۔ نہ صرف آسمانوں میں ایسی مخلوق کی حتمی طور پر خبر دی گئی بلکہ جمع کے مفہوم کو یہ فرما کر آسمانوں تک بلند کر دیا گیا کہ زمینی مخلوق اور یہ آسمان پر بسنے والی مخلوق ایک دن ضرور جمع کر دی جائے گی۔ یہ ''جمع'' جسمانی ہو گا یا مواصلاتی، اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے مگر آج سائنسدان اس جدوجہد میں ہیں کہ کسی طرح ان کا آسمان پر بسنے والی مخلوق کے ساتھ کوئی رابطہ ہو جائے۔ گویا وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ زمین کے علاوہ اَور اجرامِ فلکی پر بھی چلنے پھرنے والی مخلوق موجود ہو گی۔

اسی سورۃ میں جس کا عنوان بھی شوریٰ ہے ایک اور اجتماع کا بھی ذکر فرما دیا گیا یعنی مسلمانوں کا یہ شعار مقرر کر دیا گیا کہ جب کبھی اہم امور انہیں درپیش ہوں تو وہ اکٹھے ہو کر ان پر غور کیا کریں۔

اس سورۃ میں ایک اور چھوٹی سی آیت نمبر 41 قرآنی تعلیم کی فوقیت گزشتہ تمام تعلیمات پر ثابت کرتی ہے۔ فرمایا جارہا ہے کہ اگر کوئی انسان کسی زیادتی کا شکار ہو تو اسی حد تک اسے بدلہ لینے کا اختیار ہے جس حد تک زیادتی کی گئی ہو، نہ کہ انتقام کے جوش میں آکر خود زیادتی کا مرتکب ہو جائے۔ لیکن یہ بہت بہتر ہے کہ ایسے عفو سے کام لے جس کے نتیجہ میں اصلاح ہو۔ بعض دفعہ عفو کے نتیجہ میں لوگ اور بھی زیادہ بدی پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے عفو کی اجازت نہیں بلکہ ایسے عفو کی تلقین ہے جو اصلاح احوال کا موجب ہو۔

آیت نمبر 52 میں وحی کی مختلف قسموں کا بیان ہے جو یہ ہے کہ کسی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ۔ بعض دفعہ یہ وحی حجاب کے پیچھے سے ہوتی ہے یعنی بولنے والا دکھائی نہیں دیتا مگر انسان کا دل وضاحت سے اس کلام کو موصول کرتا ہے۔ اور بعض دفعہ ایک فرشتے کی صورت میں اللہ کا ایلچی اس پر نازل ہوتا ہے اور وہ جو وحی اس پر کرتا ہے وہ بعینہٖ وہی ہوتی ہے جس کا اللہ نے اسے حکم دیا ہوتا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے بھی اسی طرح تجھ پر وحی نازل کی اور اپنے حکم سے تجھے ایک زندگی بخش کلام عطا فرمایا۔

اس سورۃ کی آخری آیات میں ایک دفعہ پھر اس مضمون کا اعادہ کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب اللہ ہی کی ملکیت ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 859-861)

سورۃ الزخرف

یہ سورۃ مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی نوے آیات ہیں۔

اس سورۃ کے آغاز ہی میں لفظ اُمّ کی تکرار ہے۔ گزشتہ سورۃ میں اُمّ القریٰ کا ذکر تھا کہ مکہ سب بستیوں کی ماں ہے اور یہاں سورۃ فاتحہ کا ذکر ہے جو اس عظیم الشان کلام کی ماں کی حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی سارے قرآن کریم کے مضامین اس میں اس طرح سمیٹ دیئے گئے ہیں جیسے رِحمِ مادر اس بات کا احاطہ کرتا ہے کہ انسان کو پیدائش سے پہلے ان تمام صفات سے مرصّع کر دیا جائے جو اس کے لئے مقدر ہیں۔

پھر فرمایا گیا کہ جب تم سمندری یا زمینی سفر کرتے ہو تو یاد کیا کرو کہ اللہ ہی ہے جس نے سمندر میں چلنے والی کشتیوں کو یا

بقیہ صفحہ 8 پر

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

حضرت شیخ عبدالعزیزؓ (سابق پچھتر سنگھ)

حضرت شیخ عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا اصل نام پچھتر سنگھ تھا اور آپ سکھوں سے مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیر صحبت رہنے کی وجہ سے نیکی اور تقویٰ میں بہت ترقی کی اور بڑی استقامت سے دین اسلام پر قائم رہے۔ حضرت میاں عبدالعزیز مغل صاحبؓ (بیعت: جنوری 1892ء۔ وفات: یکم مارچ 1942ء مدفون بہشتی قادیان) بیان کرتے ہیں: ''نیلا گنبد میں میری کنفیکشنری (Confectionary) مٹھائی کی دکان تھی .... اس میں مَیں بیٹھا ہوا تھا۔ غالباً 1892ء یا 1893ء کی بات ہے، ایک شخص محمد رمضان جو نیلا گنبد والی مسجد میں طالب علم تھا اور بڑا سخت مخالف تھا، ایک سکھ کو ساتھ لا کر میرے پاس چھوڑ گیا۔ اس سکھ کا نام پچھتر سنگھ تھا۔ میں نے اسے کھانا کھانے کے لیے دو آنے دیے۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے قادیان کا راستہ دریافت کیا اور قادیان چلا گیا۔ آٹھ دن کے بعد پھر میرے پاس دکان پر آیا اور السلام علیکم کہا جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہو چکا ہے۔ اس نے بتایا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر چکا ہوں اور حضور نے میرا نام عبدالعزیز رکھا ہے۔ پھر وہ شخص بڑا مخلص رہا۔ اب اس کی وفات کو دس بارہ سال ہو چکے ہیں۔ میں نے قادیان میں اسے بارہا دیکھا ہے۔ خیر اُس نے بتایا کہ ایک عورت پر عاشق تھا اور اس کا خیال میرے دل سے محو نہیں ہوتا، میں بہت گروؤں کے پاس گیا۔ میرے دو ہی سوال تھے کہ یا تو وہ عورت مجھے مل جائے اور یا اس کا خیال میرے دل سے محو ہو جائے مگر کوئی گرو میری تسلی نہ کر سکا۔ اس پر میں نے مسلمان گدی نشینوں کی طرف رجوع کیا حتیٰ کہ گولڑے میں مجھ سے ضرب البحر کا چلہ بھی کٹوایا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر کسی نے مجھے از راہ تمسخر کہا کہ ''مرزے کے پاس قادیان جاؤ۔ اس کا بڑا دعویٰ ہے۔'' اس لیے میں نے لاہور میں آ کر پوچھا کہ قادیان کا راستہ بتاؤ اور محمد رمضان آپ کے پاس چھوڑ گیا۔ (یہ محمد رمضان خود بھی بعد میں احمدی ہو گیا تھا) پھر میں قادیان چلا گیا۔ نماز عصر کے بعد حضرت کی ملاقات کے لیے بے دھڑک اوپر چلا گیا اور عرض کیا کہ حضور! اس طرح میں ایک عورت پر عاشق ہوں۔ میرا برا حال ہے۔ یا مجھے وہ عورت مل جائے اور یا اس کا خیال میرے دل سے محو ہو جائے۔ اس پر حضور نے ایک نظر بھر کر میری طرف دیکھا (حضور نظر اٹھا کر بہت کم دیکھا کرتے تھے) اور فرمایا کہ رات یہاں رہو اور کل چلے جانا۔ چنانچہ میں رات رہا مگر عجیب بات ہے کہ اس نظر کے بعد وہ عورت مجھے بالکل بھول گئی۔ رات کو میں نے خواب میں سید عبدالقادر جیلانیؒ کو دیکھا اور خواب ہی میں مجھے ان کا نام بتلایا گیا اور سمجھایا گیا کہ یہ ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ صبح میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور! میں مسلمان ہوتا ہوں۔ فرمایا کچھ ٹھہرو۔ پھر دوسرے یا تیسرے روز حضور نے مجھے مسلمان کر کے میرا نام عبدالعزیز رکھا۔ اب میں آپ کو ملنے آیا ہوں چنانچہ پھر وہ قادیان چلا گیا۔''

(الفضل 4/دسمبر 1942ء صفحہ 3۔ تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 113)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''شیخ عبدالعزیز صاحب (نومسلم) جو علاقہ ریاست جموں کے باشندے تھے، مجھ سے قریباً دو ہفتے قبل قادیان آ چکے تھے۔ وہ میرے ساتھ تعلق محبت رکھتے اور مل جل کر رہتے تھے....''

(اصحاب احمد جلد نہم)

حضرت اقدس علیہ السلام نے آپ کو اپنے 313 کبار صحابہ مندرجہ کتاب ''انجام آتھم'' میں 63 ویں نمبر پر شامل فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک جگہ آپ کے متعلق تحریر فرمایا ہے: ''شیخ عبدالعزیز صاحب بھی ابھی تھوڑا عرصہ ہوا قادیان میں مشرف باسلام ہوئے۔ نیک، صالح آدمی ہیں۔ اس جوانی میں صلاحیت حاصل ہونا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔''

(نور القرآن حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 455)

اسی طرح ایک اور جگہ پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''.... جو لوگ سچے دل کے ساتھ خلوصِ نیت سے خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں، خدا تعالیٰ اُن کی دستگیری کرتا ہے.... ہم نے ان لوگوں کو بہت ثابت قدم دیکھا ہے جو ہندوؤں میں سے مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالرحیم ہیں، سردار فضل حق ہیں، شیخ عبدالرحمٰن صاحب، شیخ عبدالعزیز صاحب ہیں۔ ان لوگوں نے اسلام کی خاطر بہت دکھ اُٹھائے مگر اپنے ایمان پر قائم رہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 249)

آپ نے اوائل 1928ء میں وفات پائی، اخبار الفضل نے لکھا: ''شیخ عبدالعزیز صاحب نومسلم کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد 28/ جنوری کو فوت ہوگئے، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔''

(الفضل 31/ جنوری 1928ء صفحہ 1)

بقیہ: آنحضرتؐ کی کتاب کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے...... از صفحہ 3

میں ان کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

(مؤطا امام مالک باب فی حسن الخلق)

آپؐ نے ان اخلاق کا ذکر یوں فرمایا کہ اے لوگو! سلام کو عام کرو، ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سوئے ہوں تو نماز پڑھو یعنی نماز تہجد ادا کرو۔

(سنن داری کتاب استذان باب فی افشاء السلام)

اپنے گھر کے کام کاج خود کر لیتے، اپنا جوتا خود مرمت کر لیتے، اپنا کپڑا سی لیا کرتے (مسند احمد) آپؐ کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے، اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے باہر چلے جاتے۔

(بخاری کتاب الاذان)

آنحضرتؐ میں تکبر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلتے۔ بے سہارا عورتوں اور مسکینوں اور غریبوں کی مدد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 68)

اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے غرباء میں تلاش کیا کرو۔

آپ کھجور کی شاخوں سے بنی چٹائی پر سو جایا کرتے تھے۔ اور آپ کی کمر مبارک پر چٹائی کے کھردرے پن کی وجہ نشان بن جاتے تھے یہ نظارہ دیکھ کر صحابہ آبدیدہ ہو جاتے ایک مرتبہ اپنے جان سے پیارے آقا کے آرام کی خاطر اور چٹائی کی بے آرامی سے بچنے کے لئے صحابہ نے اس پر گدیلا بچھانے کی کوشش کی تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے دنیاوی لذتوں سے کیا غرض؟ میں تو صرف ایک مسافر کی طرح ہوں جو کچھ دیر ستانے کی غرض سے ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑا بہت ستانے کے بعد اپنے اگلے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔

(ابن ماجہ)

ہم میں سے ہر ایک اپنی زندگی کا مسافر ہے۔ ایک دنیاوی سفر کرنے والا اپنی ضروریات سفر اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے۔ اسی طرح اس روحانی سفر میں ہمیں ہر اس خُلق کو ساتھ رکھنا ہے۔ جو آنحضورؐ نے اپنی زندگی کے سفر میں اپنایا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس مضمون کو اپنے ایک لیکچر میں یوں بیان فرمایا کہ۔ ایک مومن ایک پرندہ نہیں جو خود اڑتا ہے بلکہ وہ ہوائی جہاز ہے جو خود بھی اُڑتا ہے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی ساتھ لے کر جاتا ہے۔ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ ہوائی جہاز کا سفر کرتے وقت محدود سامان ساتھ لے جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ ہم رخت سفر باندھنے سے قبل جب اپنا ساز و سامان تیار کرتے ہیں تو غیر ضروری چیزوں کو نکال دیتے ہیں تا ہوائی جہاز کی انتظامیہ کے بتائے ہوئے وزن کے مطابق بیگ تیار ہوں۔ اگر ہم اپنی زندگیوں کے سفر کو دیکھیں تو ہمیں بھی اخلاق سیئہ کی صورت میں اضافی سامان (Extra Luggage) کو اپنی زندگی سے الگ کر کے اصل سامان یعنی اخلاق حسنہ کو ساتھ لے کر چلیں جس طرح مادی سفر میں مسافر ہلکا پھلکا ہو کر سفر کرتا ہے اسی طرح اس سفر میں بھی اخلاق سیئہ کا بوجھ اُتار کر مکمل ہلکے پھلکے ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے سفر کو جاری و ساری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ابوسعید)

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو، کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں

سبق نمبر 30

اردو زبان میں اسم صفت کی بناوٹ، اقسام اور استعمالات پہ بات جاری ہے۔ گزشتہ سبق میں جہاں سلسلہ رکا تھا وہیں سے اسے لے کر آگے بڑھتے ہیں۔صفت نسبتی پہ بات ہو رہی ہے۔ صفات نسبتی وہ صفات ہیں جن سے کسی دوسری چیز سے تعلق، دلچسپی یا رشتہ ظاہر ہو۔ مثلاً ہند یا ہندوستان سے ہندی، عرب سے عربی فارس سے فارسی، آب یعنی پانی سے آبی جیسے مچھلی ایک آبی جانور ہے۔ پیاز سے پیازی یعنی پیاز کے چھلکوں کے رنگ کا کپڑا وغیرہ۔ اب اس کے بنانے یا بننے کے مزید قواعد پہ نظر ڈالتے ہیں۔

1۔ ا (الف)، نہ بڑھانے سے بھی نسبت ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے غلام سے غلامانہ۔ غلام ایک اسم ہے جس کا معنی ہے ایسا شخص جو کسی کی ملکیت ہو خواہ مستقل طور پہ یا عارضی طور پہ۔ زمانہ قدیم میں غلام بطور نوکر کے کام کرتے تھے اور جنگوں وغیرہ میں جو جنگی قیدی ہوتے تھے ان کو غلام بنالیا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں غلام گھریلو نوکر، ملازم پیشہ افراد کی شکل میں موجود ہیں۔ تو جب غلامانہ کہیں گے تو یہ غلام سے نسبتی صفت بن جائے گی۔ غلامانہ سوچ، کردار وغیرہ۔ پھر عاقل سے عاقلانہ۔ عاقل بذات خود بھی صفت ہے جو عقل سے نکلی ہے۔ یعنی ایسا شخص جو عقل استعمال کرے۔ ایسے شخص کی سوچ یا قوت فیصلہ کو عاقلانہ کہیں گے۔ جاہل سے جاہلانہ اور مرد سے مردانہ وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

2۔ ہندی کی بعض علامتیں اگر کسی اسم کے آخر پہ لگادی جائیں تو وہ نیا لفظ اسی اسم کی صفت نسبتی بن جائے گی۔ یعنی اس اسم سے ایک تعلق کا اظہار کرنے والی صفت بن جائے گی۔

اسم کے آخر پہ را یا لا لگانے سے: سنہرا (سنہری رنگ کا)، روپہلا (اجالے کی لکیر، چاندی جیسا)، چچیرا (چچا زاد)

ار لگانے سے: جیسے گنوار (غیر تہذیب یافتہ) گاؤں سے نکلا ہے

لا یا الا لگانے سے: سانولا (سیاہی مائل گندم گوں رنگ)، رنگیلا (رنگ سے، ماڈرن اور آزاد خیال مگر برے معنوں میں)، مٹیالا (مٹی سے، مٹی جیسے رنگ کا) اکیلا، منجھلا (درمیان والا، جیسے تین بھائیوں میں سے درمیان والا، بڑے سے چھوٹا، سب سے چھوٹے سے بڑا)، پچھلا، اگلا۔

والا لگانے سے: جیسے سبز والا، پہلے والا، چھوٹے والا

کا لگانے سے: جیسے غضب کا (یعنی بہترین)، قیامت کا (اچھے برے دونوں معنوں میں آتا ہے)

سا لگانے سے: چاند سا، پھول سا۔

صفت عددی

یہ کسی اسم کی ایسی صفت ہوتی ہے جو اس کی تعداد بتاتی ہے۔ تعداد دو قسم کی ہوتی ہے۔

معین تعداد: جب کسی چیز کا ٹھیک ٹھیک عدد معلوم ہو جیسے پانچ آدمی، چھ گھوڑے،

تعداد غیر معین: جب ٹھیک ٹھیک تعداد کسی چیز کی معلوم نہ ہو جیسے چند لوگ، بعض احباب۔

تعداد غیر معین کے لئے اکثر یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

کئی، چند، بعض، سب، کل، بہت، بہت سے، تھوڑا، تھوڑے، کم، کچھ

تعداد معین کی اقسام

1۔ معمولی تعداد جیسے دو، تین، چار، وغیرہ

2۔ تعداد ترتیبی: جس سے کسی شے کی ترتیب معلوم ہوتی ہو۔ جیسے ساتواں، پانچواں وغیرہ۔ اس کے بنانے کا طریق یہ ہوتا ہے کہ تعداد معین کے آخر آگے 'واں' لگادیتے ہیں۔ لیکن پہلے چار عدد اور چھ کا ہندسہ اس قاعدے کے تحت نہیں آتے۔ ان کی تعداد ترتیبی یہ ہے۔

پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، چھٹا۔

بعض اوقات اعداد کے آخر پہ 'وں' لگادیا جاتا ہے اس کا مقصد یہ بتانا ہوتا ہے کے سب کے سب یعنی کلیت کے اظہار کے لئے۔ جیسے پانچوں، تینوں، چاروں، ساتوں، آٹھوں وغیرہ۔ بعض اوقات تاکید کے لئے ایسے الفاظ کو دہرادیا جاتا ہے۔ جیسے وہ دونوں کے دونوں چلے گئے، وہ ساتوں کے ساتوں نکمے نکلے وغیرہ۔ یہ بات یاد رہے کہ ان تمام طریقوں سے صفت نسبتی بنائی جاتی ہے۔

فارسی زبان میں عدد کے آخر پہ م کا اضافہ کرنے سے بھی صفت نسبتی بن جاتی ہے جیسے یکم، دوم، سوم، چہارم وغیرہ۔

3۔ تیسری قسم تعداد معین کی تعداد اضافی ہے۔ اس میں کسی عدد کا ایک یا ایک سے زائد بار دہرانا پایا جاتا ہے۔ اُردو میں کئی طرح سے استعمال ہوتی ہے۔

(ا)۔ عدد کے آگے گنا لگادینے سے جیسے دُگنا، تگنا، چوگنا۔ گنا دراصل سنسکرت کے لفظ (گون آ) سے ہے جس کے معنی ہیں قسم۔ تو دُگنا کا آسان مطلب ہوا دو دفعہ، دو بار وغیرہ۔

(ب)۔ عدد کے آگے (چند) بڑھانے سے بھی صفت نسبتی بن جاتی ہے۔ جیسے دو چند، سہ چند، دہ چند وغیرہ۔

(ج)۔ عدد کے آگے (ہرا) لگانے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے۔ جیسے اکہرا، دوہرا، تہرا، چوہرا وغیرہ۔

قاعدہ: بعض اوقات تعداد معین کے آگے (ایک) کا لفظ بڑھادینے سے وہ تعداد غیر معین ہوجاتی ہے۔ جیسے وہاں پچاس آدمی بیٹھے تھے۔ یہ فقرہ ایک معین تعداد کو ظاہر کر رہا ہے اگر اس کے اس طرح کر دیں کہ وہاں پچاس ایک آدمی بیٹھے تھے تو یہ ایک غیر معین تعداد کو ظاہر کرے گا جو بتا رہی ہے کہ اندازاً وہاں پچاس آدمی ہوں گے۔

قاعدہ: اسی طرح غیر معین تعداد کو بیان کرنے کے لئے، دس، بیس، پچاس، سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں بھی استعمال ہوتے ہیں جو محض ایک اندازے کے طور پہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً مجھے دسیوں کام ہیں۔ اس مکان میں بیسیوں کمرے ہیں۔ ہر روز سینکڑوں آدمیوں سے ملنا پڑتا ہے۔ وہاں ہزاروں آدمی جمع تھے۔ اس کام پہ لاکھوں روپیہ صرف ہوگا۔ اسی طرح ان کی جمع بھی استعمال ہوتی ہے جیسے صدہا، لکھوکھا، کروڑہا۔ باقی آئندہ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

جتنے نبیؑ آئے سب کا مدعا یہی تھا کہ تقویٰ کا راہ سکھلائیں۔ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ (الانفال: 35) مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے۔ کمال نبی کا کمال امت کو چاہتا ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین تھے ﷺ اس لئے آنحضرتؐ پر کمالات نبوت ختم ہوئے۔ کمالات نبوت ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم نبوت ہوا۔ جو خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اور معجزات دیکھنا چاہے اور خارق عادت دیکھنا منظور ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بنالے۔ دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے کرتے مدقوق کی طرح بیمار اور کمزور ہوجاتے ہیں۔ پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لئے طیار ہوجاؤ۔ جب انسان اس راہ پر قدم اٹھاتا ہے تو شیطان اس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کی سفلی زندگی پر موت آکر وہ خدا کے زیر سایہ ہوجاتا ہے۔ وہ مظہر الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگادے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 173، 174 ایڈیشن 2016ء)

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

مدعا: مقصد، غرض

تقویٰ کا راہ: تقویٰ کا مطلب خدا تعالیٰ کا خوف اور محبت، ایسی حکمت عملی جس کے ذریعے تقویٰ حاصل ہوسکتا ہے۔

باریک راہیں: ایسی حکمت عملی جو تفصیلی ہو اور جس کے ذریعے انسان ترقی کے نئے مدارج طے کرسکتا ہو۔

کمال: یعنی ترقی کا انتہائی مقام، جہاں تمام صلاحتیں نکھر کے سامنے آجائیں۔

خارق عادت: غیر معمولی بات یا کام۔

مدقوق: دق یعنی ٹی بی کا مریض

طیار: تیار کی پرانی تحریری شکل

سفلی زندگی: پست اور ناپاک خواہشات والی زندگی

زیر سایہ: پناہ میں آجانا

مظہر الٰہی: خدا تعالیٰ کی صفات کو اپنانے والا

خلاصہ: سمری، بات کا مقصد چند الفاظ میں بیان کرنا۔

قمر احمد ظفر۔ نمائندہ الفضل آن لائن جرمنی

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ مؤرخہ 19؍نومبر 2021ء

بصورت سوال و جواب

سوال: صحابہؓ کی پہلی حالت اور اسلام قبول کرنے کے بعد انقلاب جو اِن کی حالتوں میں آیا، اُس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت المصلح الموعودؓ نے ایک مثال کن کی دی ہے؟

جواب: حضرت عمر فاروقؓ کی۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مذکورہ بالا تناظر میں حضرت المصلح الموعودؓ کے ارشاد فرمودہ حضرت عمرؓ کے کس لمبے واقعہ کا خلاصہ بیان کیا؟

جواب: قبولیّتِ اسلام کا۔

سوال: حضرت المصلح الموعودؓ نے اِس ضمن میں مزید کیا ارشاد فرمایا؟ ’’یہی صحابہؓ تھے جو پہلے شراب پیا کرتے تھے، آپس میں لڑا کرتے تھے اور کئی قسم کی کمزوریاں اُن میں پائی جاتی تھیں لیکن جب اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کو قبول کیا اور دین کے لیے ہمت اور کوشش سے کام لیا تو نہ صِرف خود ہی اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے بلکہ دوسروں کو بھی اعلیٰ مقام پر پہنچانے کا باعث ہو گئے۔‘‘

جواب: وہ پیدا ہی صحابی نہیں ہوئے تھے بلکہ اِسی طرح کے تھے جس طرح کے اور تھے مگر اُنہوں نے عمل کیا اور ہمت دکھائی تو صحابی ہو گئے۔

سوال: حضرت عمرؓ کی خشیّتِ الٰہی کی کیا حالت تھی؟

جواب: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں! اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری بھی ضائع ہو کر مَر گئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے قیامت کے دن اُس کے بارہ میں سوال کرے گا۔

سوال: حضرت عمر فاروقؓ کی انگوٹھی پر کیا جملہ کندہ تھا نیز حضورِ انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اِس کی کیا تصریح پیش فرمائی؟

جواب: كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ کہ اَے عمر! واعظ ہونے کے لحاظ سے موت کافی ہے یعنی اگر انسان موت کو یاد رکھے تو وہی نصیحت کرنے والی ایک چیز ہے اور اپنی حالت کو ٹھیک رکھنے کے لیے یہی چیز کافی ہے۔

سوال: یہ کن کا ارشاد مبارک ہے، حضرت عبد اللہؓ بن شداد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھا رہے تھے اور مَیں آخری صف میں تھا لیکن حضرت عمرؓ کی گریہ وزاری کی آواز سُن رہا تھا وہ یہ تلاوت کر رہے تھے۔ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف:87) کہ مَیں تو اپنے اللہ ہی کے سامنے اپنے سارے دکھ رویا کروں گا، کسی اور کے سامنے مجھے ضرورت نہیں ہے۔ پس جو ذکرِ اِلٰہی میں گم رہتے ہیں اُن کو خدا کے سوا کسی اور کا دَربار ملتا ہی نہیں جہاں وہ اپنے غم اور دکھ روئیں اور اپنے سینوں کے بوجھ ہلکے کریں؟

جواب: حضرت خلیفة المسیح الرّابعؒ

سوال: حضرت عمرؓ بن خطاب نے اہلِ مدینہ کی عورتوں میں سے بعض کو اوڑھنیاں تقسیم کیں۔ ۔ ۔ اِن میں سے ایک اچھی اوڑھنی بچ گئی جو لوگ اُن کے پاس تھے اُن میں سے کسی نے اُن سے کیا کہا نیز اُس پر آپؓ نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: اَے امیر المؤمنین! آپؓ یہ رسول اللہؐ کی اُس بیٹی کو دیں جو آپؓ کے پاس ہے (اُس کی مراد حضرت علیؓ کی بیٹی حضرت امّ کلثومؓ تھیں)؍ نہیں! امّ سَلِیطؓ اِس کی زیادہ حقدار ہیں، حضرت امّ سَلِیطؓ اُن انصاری عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہؐ کی بیعت کی تھی۔ ۔ وہ جنگِ اُحد کے دن ہمارے لیے مشقیں اُٹھا کر لاتی تھیں۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت عمرؓ کے رعایاء کی خدمت کے عظیم معیار کی بابت کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: حضرت عمرؓ کی لوگوں، ضرورتمندوں، عورتوں، بچوں کی ضروریات پوری کرنے کی بہت سی روایات ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے آپؓ پوری کیا کرتے تھے اور کس طرح بے چین ہو جایا کرتے تھے، آپؓ جب دیکھتے تھے کہ کسی کی ضرورت پوری نہیں ہوئی اور آپؓ کی رعایاء میں ہے وہ تو بہت بے چین ہوتے تھے۔

سوال: کس نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عمرؓ کو دیکھ لو! اُن کے رعب اور دبدبہ سے ایک طرف دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ کانپتے تھے، قیصر و کسریٰ کی حکومتیں تک لرزہ براندام رہتی تھیں مگر دوسری طرف اندھیری رات میں ایک بدوی عورت کے بچوں کو بھوکا دیکھ کر عمرؓ جیسا عظیم المرتبت انسان تِلملا اُٹھا اور وہ اپنی پیٹھ پر آٹے کی بوری لاد کر اور گھی کا ڈبہ اپنے ہاتھ میں اُٹھا کر اُن کے پاس پہنچا اور اُس وقت تک واپس نہیں لَوٹا جب تک کہ اُس نے اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر اُن بچوں کو نہ کھلا لیا اور وہ اطمنان سے سو نہ گئے؟

جواب: حضرت المصلح الموعودؓ

سوال: حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بُڑھیا سے اُس کے حقِ مظلومیت کو کتنے دینار میں خرید لیا؟

جواب: پچیس دینار میں۔

سوال: حضرت اسلمؓ سے مروی ہے جو حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ تھے کہ بعض راتوں میں سے ایک رات میں مَیں امیر المؤمنین کے ساتھ مدینہ کی اطراف میں پِھر رہا تھا، آپؓ نے ایک گھڑی کے لیے اِستراحت کی غرض سے ایک دیوار کی جانب سہارا لیا تو آپؓ نے کیا سُنا؟

جواب: گھر کے اندر بڑھیا اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ اُٹھ اور دودھ میں پانی مِلا دے، لڑکی نے کہا! آپ نہیں جانتیں کہ امیر المؤمنین کے منادی نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ دودھ میں پانی نہ مِلایا جائے، ماں نے کہا! نہ اِس وقت امیر المؤمنین موجود ہے اور نہ اُس کا منادی۔لڑکی نے کہا، خدا کی قسم! یہ بات تو ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ سامنے تو ہم اُن کی اطاعت کریں اور خلوت میں نافرمانی کرنے لگیں، حضرت عمرؓ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے۔ ۔ ۔ اور اُس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے عاصم سے کر دیا (اُس کی اِسی سچائی پر نیکی کو دیکھتے ہوئے اپنے بیٹے کا رشتہ اُس لڑکی سے کر دیا)، اُس سے عاصم کی ایک لڑکی پیدا ہوئی، حضرت عمرؒ بن عبد العزیز اِسی لڑکی کی اولاد میں سے تھے۔

سوال: مذکورہ بالا واقعہ حضورِ انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کس تناظر میں بیان فرمایا؟

جواب: اَولاد کا رشتہ دیکھنے کے لیے لوگ کیا معیار رکھتے ہیں، آجکل بھی ہم دیکھتے ہیں بڑے بڑے اونچے معیار ہوتے ہیں، حضرت عمرؓ کا کیا معیار تھا۔

سوال: طاعون عَمواس کی وجہ ُتسمیہ کیا ہے، اِس سے شام میں کتنی اموات ہوئیں نیز حضرت ابو عُبیدہؓ بن الجرّاح کے علاوہ کونسے اصحابِ رسولؐ اِس وباء سے فوت ہوئے؟

جواب: رملہ سے بیت المقدس کے راستہ پر چھ میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے جس کا نام عَمواس ہے، کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ یہاں سے مرض طاعون کا آغاز ہوا اور ارضِ شام میں پھیل گیا، اِس لیے اُسے طاعون عَمواس کہا جاتا ہے۔لا تعداد اموات ہوئیں، بعض کے نزدیک اِس سے پچیس ہزار کے قریب اموات ہوئیں؍ حضرت مُعاذؓ بن جبل، حضرت یزیدؓ بن ابو سفیانؓ، حضرت حارثؓ بن ہشام اور حضرت سُہیلؓ بن عَمرو اور حضرت عُتبہؓ بن سُہیل اور اِن کے علاوہ بھی دیگر معززین۔

سوال: کب حضرت عمرؓ مدینہ سے شام کے لیے روانہ ہوئے اور سَرغ مقام پر پہنچ کر سپہ ُسالارانِ لشکر سے ملاقات کی، آپؓ کو کس بات کی اطلاع دی گئی جس پر آپؓ مشورہ کے بعد واپس لَوٹ آئے؟

جواب: سترہ ہجری؍ اِس زمین عَمواس میں بیماری پھیلی ہوئی ہے۔

سوال: حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے مشورہ پر مدینہ واپسی کا ارادہ کیا توحضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ اَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے آپؓ بھاگتے ہیں، اِس پر حضرت عمرؓ نے فورًا کیا جواب دیا؟

جواب: نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ یعنی ہاں! ہم خدا تعالیٰ کی ایک تقدیر سے اُس کی دوسری تقدیر کی طرف بھاگتے ہیں۔

سوال: طاعون عَمواس کے تناظر میں کس نے عرض کیا کہ میرے پاس اِس مسئلہ کا علم ہے، مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب تم کسی جگہ کے بارہ میں سُنو کہ وہاں کوئی وباء پُھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ، اگر کوئی مرض کسی ایسی جگہ پر پُھوٹ پڑے جہاں تم رہتے ہو تو وہاں سے فرار ہوتے ہوئے مت نکلو، اِس پر حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور وَاپس لوٹ گئے؟

جواب: حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کس کی برکت اور قیصرِ روم کے بارہ میں ملنے والے ذکر کو بالفاظ حضرت المصلح الموعودؓ نیز تفسیر رازی سے پیش فرمایا؟

جواب: حضرت عمرؓ کی ٹوپی

سوال: موجودہ خطبہ میں حضرت عمرؓ کی بعض کن دعاؤں کا تذکرہ ہوا؟

جواب: اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِيْ مَعَ الْاَبْرَارِ وَ لَا تُخَلِّفْنِيْ فِي الْاَشْرَارِ وَ قِنِيْ عَذَابَ النَّارِ وَ اَلْحِقْنِيْ بِالْاَخْيَارِ؛اَے اللہ! مجھے نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے اور مجھے بُرے لوگوں میں پیچھے نہ چھوڑ اور مجھے آگ کے عذاب سے بچا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ مِلا دے۔ اَللّٰهُمَّ كَبُرَتْ سِنِّيْ وَ ضَعُفَتْ قُوَّتِيْ وَانْتَشَرَتْ رَعِيَّتِيْ وَاخْفِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مُضَيِّعٍ وَ لَا مُفَرِّطٍ؛ اَے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میری قوّت کم ہو گئی ہے اور میری رعیّت پھیل گئی ہے تو مجھے بغیر ضائع کیئے اور کم کیئے وفات دے دے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَلَاكَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلٰى يَدَيَّ؛اے اللہ! میرے ہاتھوں محمدؐ کی امّت کو ہلاکت میں نہ ڈالنا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً؛اَے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا اور میرے ظاہر کو اچھا کر۔

اطفال کارنر

تقریر

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۱﴾

(حم السجدہ:31)

اس دنیائے آب وگل میں کچھ ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں جو تخت و تاج کے مالک تو نہ تھے مگر بڑے بڑے مغرور بادشاہ ان کی بارگاہ میں جھکتے دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے ملک تو فتح نہیں کیے مگر دلوں کی اقلیمیں ضرور ان کے لیے مسخر تھیں۔ ان کا لاؤ لشکر اور جاہ و جلال تو نہیں تھا مگر وہ کسی جابر سے جابر شخص کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ یہ سب محبتِ الٰہی کا نتیجہ تھا۔ اگر چہ محبتِ الٰہی کے میدان میں شدید آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے جیتے ہیں۔ ان کا دل خوفِ خدا استقلال میں لغزش پیدا نہیں کرسکتا۔ وہ مخالفت کا ہر دور ایک بانکپن کے ساتھ گزارتے ہیں اور یہ بانکپن انہیں خدا کے اس اعلان کے بعد حاصل ہوتا ہے کہ دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس اعلان کے سہارے وہ ظلم کا ہر وار ہنس کر سہہ جاتے ہیں۔ وہ کانٹوں کی پرواہ نہیں کرتے ان کے دل پھولوں کی نکہتیں محسوس کرتے ہیں۔ ہر طرف سے بے نیاز وہ خونِ دل سے چمن آراستہ کرتے چلے جاتے ہیں اور خدا کی محبت کے ساتھ اپنے آپ کو زندہ وجاوید کر جاتے ہیں۔ وہ چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے لوہے میں ڈوبے ہوئے دشمنوں کے سامنے جاتے ہیں۔ بے خوف، بے خطر، وہ خدا کے ہو جاتے ہیں تو خدا انہیں موت سے بے خوف کر دیتا ہے۔ وہ مرنے کی دعائیں مانگتے ہیں نہ مرنے پر افسوس کرتے ہیں۔ وہ وقت کی سنگین چٹانون پر اپنے پنجے گاڑ دیتے ہیں۔

وہ خود تقدیر یزداں بن جاتے ہیں۔ نہ امارت وشہرت ان کی راہ میں حائل ہوسکتی ہے اور نہ حکومت کا جاہ و جلال انہیں مرعوب کرسکتا ہے۔ ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے بڑے بڑے بادشاہوں کی کھوپڑیاں تہہ کر دی جاتی ہیں۔ ان کی محفلوں میں حال کی تلخیوں اور مستقبل کے اَن جانے اندیشوں کے سائے دور دور تک نظر نہیں آتے۔ وہ خدا کی محبت اور عشق کے سفینہ پرسوار ہوکر ہر بحرِ غم کو عبور کر جاتے ہیں۔ سمندر انہیں پایاب معلوم ہوتا ہے۔ ان کے دلوں میں ایمان کا نور جلوہ گر ہوتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ صدق و وفا کے جو چراغ انہوں نے روشن کیے زمانے کی تند و تیز آندھیاں انہیں کبھی بجھا نہیں سکیں۔ خدا ان کی ڈھال بن جاتا ہے وہ حادثوں کی گود میں پلتے ہیں اور زمانے سے ٹکرا جاتے ہیں۔ ان کی جرأت اور عزم و استقامت کے ارد گرد لاالہ الااللّٰہ کا حصار ہوتا ہے جو ایک طرف تسخیر کائنات کا سبق دیتا ہے تو دوسری طرف تسلیم و رضا اور عبودیت کے آداب سکھاتا ہے۔ خدا کے فرشتے ان پر نازل ہوتے ہیں اور انہیں یقین و اطمینان کی دولت سے مالا مال کر جاتے ہیں کہ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا نہ ڈرو اور نہ غم کرو میں تمہاری حفاظت کے لیے تمہارے دشمنوں کی گھات میں ہوں۔ تب وہ خدا سے تعلق، مان پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ

؎ جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں!

ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

دیکھو! سرورِ عالم کے جن کی لذت سے آشنا جان خدا کی راہ میں لاکھوں مصیبتیں اٹھا کر نہ اکتاتی۔ مکے ہی میں ساری عمر تکلیفیں اٹھاتے چلے جاتے مگر ادائے فرض کا خیال پیش نظر تھا اس لیے مکہ میں کامیابی کی راہئیں مسدود پا کر مدینہ کو عازم سفر ہوئے کہ شائد وہاں نخلِ توحید پھلے پھولے بار آور ہو۔ ایک غار میں پناہ لی۔ دشمن وہاں بھی پہنچ گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا پیارے آقا دشمن سر پر آپہنچا۔ صدیق اکبر سرتاپا اضطراب اور رسول خدا ہمہ تن اطمینان فرمایا۔

لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ابو بکر مت گھبراؤ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

اطمینان صرف ان لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے جو خدا کے ہوتے ہیں۔

دنیا و آخرت میں صرف وہی سر بلند ہے جو عناصر کی ستم آرائیوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے۔

اس دور میں بھی جب مسیح محمدی پر ایک مقدمہ دائر کیا گیا اور اس بات کا کامل یقین تھا کہ آپ کو سزا ہو جائے گی خدام بہت مضطرب تھے۔ ان کی بے چینی دیکھ کر حضور علیہ السلام نے پرشوکت الفاظ میں فرمایا

''خدا کے شیروں پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے''

(فرخ شاد)

آج کی دعا

رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۰﴾

(النمل:20)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں۔ اور تُو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکو کار بندوں میں داخل کر۔

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور نیک اعمال بجالانے کی توفیق ملنے کی خوبصورت دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جون 2018ء میں اس دعا کی تحریک فرمائی ہے۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

بقیہ: سورۃ الشوریٰ اورسورۃ الزخرف کا تعارف ...... از صفحہ 4

زمین میں چلنے والے جانوروں کو، جن پر تم سواری کرتے ہو، تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ اور تم میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جو حادثات کا شکار ہو کر اُن منازل کو نہیں پاسکیں گے جن کی خاطر وہ روانہ ہوئے تھے۔ لیکن یاد رکھنا کہ آخری منزل وہی ہے جس میں تم اللہ کے حضور حاضر ہونے والے ہو۔

اس سورۃ کی پہلی آیات تو اہلِ کتاب کا تذکرہ کرتی ہیں اور بعد میں آنے والی آیات مشرکین کا۔ چنانچہ اس کے بعد گزشتہ انبیاء جو بالخصوص مشرک قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے ان کا اور ان کے انکار کے نتائج کا ذکر ہے جو منکرین کو بھگتنا پڑے۔

اللہ تعالیٰ اس سے پہلے تمام بنی نوع کو ایک ہاتھ پر جمع کرنے کا ذکر فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر ہم نے ایسا کرنا ہوتا تو ان دنیا کے حریصوں کو اکٹھا کرنے کی صرف ایک صورت ہوسکتی تھی کہ ان کے گھروں کو سونے چاندی اور دیگر نعمتوں سے بھر دیتے۔ لیکن یہ تو محض ایک ایسا ظاہری عیش وعشرت کا سامان ہوتا جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں اور صرف دنیا کی چند روزہ عارضی دولت ان کو نصیب ہوتی لیکن آخرت تو صرف متقیوں ہی کو نصیب ہوا کرتی ہے۔

اس جگہ ہدایت پر لوگوں کے جمع نہ ہونے کا ایک سبب یہ بیان فرمایا گیا کہ ان کے ساتھی بے دین ہوتے ہیں اور ان کے اثر کے تابع وہ بھی دہریت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن ان میں سے ہر ایسا شخص جس کے بد ساتھی نے اُس پر بُرا اثر ڈالا ہو، اپنے اس بد ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے اس حسرت کا اظہار کرے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرق ومغرب کا بُعد ہوتا تو مَیں اس بد انجام کو نہ پہنچتا

اس سورۃ میں ایک اور بہت اہم آیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کی کیفیت سے پردہ اٹھا رہی ہے جس میں بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت مسیح تو ایک مَثَل تھے اور مشرکوں کے سامنے جب حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا جاتا تھا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر یہ کہتے تھے کہ اگر غیر اللہ کو ہی قبول کرنا ہے تو دوسری قوم کے غیر اللہ کو قبول کرنے کی بجائے اپنی قوم کے ہی غیر اللہ کو کیوں قبول نہیں کر لیتے۔ وہ اس بات کو سمجھتے نہیں تھے کہ مسیح خدا نہیں تھے بلکہ وہ اللہ کے ایک انعام یافتہ بندے تھے اور ان کے لئے محض ایک مثال تھے جن سے بہت سے سبق حاصل کئے جاسکتے تھے۔

پھر اسی سورۃ میں یہ پیشگوئی فرمائی گئی ہے کہ آئندہ بھی مَثَل کے طور پر مسیح نازل ہوگا جو اس علامت کے طور پر ہوگا کہ عظیم انقلاب کی گھڑی آگئی ہے۔

اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم مقام بینا فرمایا گیا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑھ کر عبادت کرنے والے ہیں۔ اگر واقعتہً اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو آپؐ ہرگز اس کی عبادت سے اعراض نہ کرتے۔ پس آپؐ کا اللہ تعالیٰ کے کسی فرضی بیٹے کی عبادت سے انکار قطعی طور پر ثابت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کامل یقین پر قائم تھے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورۃوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 873-874)

مدثر ظفر

عجائبات عالم

دیوار چین

عجائبات عالم کا ذکر دیوار چین کے بغیر ادھورا ہے۔ اپنی تعمیر سے اب تک یہ انسانی ہاتھوں سے تعمیر کیا گیا سب سے بڑا سٹرکچر ہے۔ حیرت میں مبتلاء کر دینے والی اس کی غیر معمولی لمبائی اور حجم کو دیکھتے ہوئے مشکل لگتا ہے کہ مستقبل میں کوئی تعمیر اس کے برابر بھی پہنچ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوار چین نے ہر دور میں عجائبات عالم کی فہرست میں جگہ بنائی ہے۔ عظیم دیوار چین جو 5 پانچویں صدی میں تعمیر کی گئی اپنی تعمیر سے ہی دنیا کے حیرت کدوں میں شامل ہے۔ اس عظیم دیوار کی تعمیر کا مقصد جنگجو منگولوں سے تحفظ تھا۔ اس دیوار پر 7000 چوکیاں بھی بنائی گئیں ہیں۔ یہاں پر موجود پہرے دار خطرے سے آگاہی کے لیے سموک سگنل دیا کرتے تھے۔ اس کی تعمیر میں 200 سال سے بھی زائد صرف ہوئے۔ اس کی کل لمبائی 21196 کلومیٹر ہے۔موسمی تغیرات اور بیرونی حملہ آوروں کی دست برد کے باوجود یہ عظیم شاہکار اپنی تکمیل کو پہنچا۔

مجسمہ حضرت عیسیٰ

حضرت عیسیٰ کا مجسمہ ریو ڈی جینیرو (برازیل) میں کرکوواڈو پہاڑ پرنصب ہے۔ اس مجسمہ کی کل اونچائی 130 فٹ ہے۔ جسے ایک برازیلی انجینئر ہیدر داس سلوا نے فرانسیسی انجینئر ایلبرٹ کاکوا کے ساتھ مل کر ڈیزائن کیا تھا۔ مجسمے کا چہرہ رومانیہ سے تعلق رکھنے والے اسکلپچر لیونیڈا نے ڈیزائن کیا تھا۔ اس کی تعمیر پر اس وقت تقریباً 250 ہزار ڈالر خرچ ہوئے۔

ماچو پیچو پیرو

ماچوپیچو کی تعمیرات پندرھویں صدی میں ہوئی۔ پتھروں سے بنائی گئی یہ عمارتیں آج بھی انسانی عقل کو حیرت میں مبتلاء کر دیتی ہیں۔ ان عمارتوں کی خاصیت ایک دوسرے جڑے ہونا ہے۔ محض پتھروں سے بنائی گئی یہ عمارتیں اتنے شاندار طریقے سے آپس جڑی ہوئی ہیں کہ کئی صدیاں گزرنے کے باوجود بھی یہ دراڑوں سے پاک ہیں۔ سطح سمندر سے 2430 میٹر بلندی پر پتھروں سے ایسا شاہکار تعمیر کرنا اپنی ذات میں ایک عجوبہ ہے۔ یہاں ڈیڑھ سو سے زائد عمارتیں موجود ہیں جن میں مقبرے، حمام، مندر اور تدفین کے لیے مختص مقامات ہیں۔ نیز یہاں سڑھیوں کا وسیع سلسلہ ہے جو عمارتوں کو ایک دوسرے سے جوڑتا ہے۔ سیڑھیوں کی تعداد تین ہزار سے زیادہ ہے۔ عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ یہ جگہ مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے بنائی گئی تھی۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تعمیر کے محض سو سال بعد ہی فن تعمیر کے اس شاہکار کو متروک کر دیا گیا۔ یہاں کسی حملہ آور کے نشان نہیں ملتے البتہ یہی قیاس کیا جاتا ہے کہ کسی وباء کی وجہ سے یہاں موجود لوگوں نے نقل مکانی کی۔

چیچن اتزا

میکسیکو میں واقع مایا تہذیب کا یہ ایک اور شاہکار ہے جو ان کی فن تعمیر میں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اپنے عروج میں یہ شہر تجارت کا مرکز تھا۔ یہاں بڑے پیمانے پر کپڑے، شہد، نمک اور غلاموں کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی۔ یہ مایا تہذیب کا سیاسی و سماجی اقدار کا گہوارہ تھا۔ یہاں موجود ایل کراکول کی عمارت سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہے۔

رومن کلوسیم

یہ عظیم اکھاڑہ 70 ق م میں بنایا گیا جو دنیا بھر میں روم کی وجہ شہرت بنا۔ افتتاح کے بعد 100 دن تک رومی باشندوں نے ان خونی کھیلوں کا مظاہرہ کیا جس میں غلاموں کو لڑایا جاتا تھا جنہیں Gladiators کہا جاتا تھا۔ اس عرصے میں تقریباً 9 ہزار جانور اور انسان موت کی بھینٹ چڑھے۔ اکھاڑے میں 50 ہزار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی جس میں بادشاہ، امراء، مصاحبین، عام شہری اور غلاموں کے لیے الگ الگ درجہ بندی کی گئی ہے۔ اکھاڑے کی زمین پر ریت کی دبیز تہ بچھائی جاتی تھی تا کہ خون جذب ہو سکے۔ یہ اکھاڑہ 500 سال تک استعمال انہی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا رہا اور یہاں آخری کھیل چھٹی صدی میں کھیلا گیا۔ متعدد زلزلوں اور چوروں کے ہاتھوں کولوزیئم کو شدید نقصان پہنچا تاہم اس کے چند حصے اب بھی بہتر حالت میں موجود ہیں۔ کولوزیئم رومی طرز تعمیر کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ دنیا بھر سے لاکھوں سیاح اس کا نظارہ کرنے کے لیے اطالوی دار الحکومت آتے ہیں۔ آج 2000 سال گزرنے کے باوجود بھی بڑے بڑے کھیلوں کے میدان اس رومن کولوسیم کو مدنظر رکھ کر بنائے جاتے ہیں۔

تاج محل

مغل فن تعمیر کا شاہکار تاج محل کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اسے محبت کی لازوال داستانوں میں شمار کیا جاتا ہے جو اپنی تعمیر کے بعد سے ہر دور میں عجائبات عالم میں شامل رہا ہے۔ اس کا نقشہ عیسیٰ شیرازی نامی ایک ایرانی انجینئر نے بنایا تھا لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کا ابتدائی خاکہ شاہ جہاں نے خود ڈیزائن کیا تھا۔

پیٹرا کے کھنڈرات

یہ موجودہ دور کے اردن میں واقع ہے جہاں موجود کھنڈرات کو 2007ء میں سات عجائبات میں شامل کیا گیا تھا۔ یہ قدیم شہر وادی موسیٰ میں پہاڑوں کو کھود کر بنایا گیا تھا۔ ان پہاڑوں کے منفرد رنگ کی وجہ سے اسے روز سٹی بھی کہا جاتا ہے۔ نیز اسے گمشدہ شہر بھی کہا جاتا ہے۔ اپنے عروج میں یہ اہم تجارتی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ پانی کو ذخیرہ کرنے اور سیلاب سے بچاؤ کے انتظامات کی بدولت یہ شہر اپنی مثال آپ تھا جس کے آثار آج بھی باقیات میں دیکھے میں جا سکتے ہیں۔ پانی کے اس نظام کو ماضی میں زلزلوں کے باعث کافی نقصان پہنچا۔حضرت موسیٰ کے عصاء سے جاری ہونے والے پانی کے چشمے جس جگہ سے جاری ہوئے وہ بھی پیٹرا میں ہے۔ صدیوں تک یہاں کے مقامی باشندے اجنبیوں کو اس علاقے میں گھسنے نہیں دیتے تھے۔ اٹھارہویں صدی میں ایک یورپی سیاح مدت تک مقامی بدوؤں کی زبان اور رہن سہن سیکھنے کے بعد ایک بدو کا بھیس بدل کر پیٹرا کے کھنڈرات تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔شہر کا اب تک صرف 15 فیصد حصہ ہی سیاحت کے لیے کھولا گیا ہے۔ 85 فیصد شہر ابھی زیر زمین اور دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہے۔

اہرام مصر

تمام تر عجائبات میں سے اہرام مصر کو سب سے پر اسرار انسانی تعمیر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اہرام مصر کے بارے میں کئی دیومالائی کہانیاں منسوب کی گئی ہیں۔ مجموعی طور پر اس کے حجم کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ان کی تعمیر کسی خلائی مخلوق نے کی ہے یہ انسانی طاقت میں نہیں یہ ایسی تعمیر کر سکے۔ 3800 سال تک ان اہرام کا شمار انسانی ہاتھوں سے تعمیر کی گئی بلند ترین عمارت میں ہوتا تھا۔ یہاں موجود اہرام تعمیر کرنے کے لیے 2 لاکھ 30 ہزار سے زائد کئی ٹن وزنی پتھر کی سلیں استعمال کی گئیں۔ مادی ترقی کے اس عروج میں بھی انسانی عقل حیران ہے کہ محدود وسائل کے باوجود اتنے بڑے اور وزنی پتھروں کی نقل وحمل کیسے ممکن ہوئی۔ اس بارے میں کئی قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں لیکن حتمی طور پر اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔لیکن ایک بات طے ہے کہ اہرام کے معمار کارکن اور انجینئر شاندار اور ہنرمند ریاضی دان تھے۔ جدید تحقیق اس خیال کو رد کرتی ہے کہ اہرام کی تعمیرات میں غلاموں کا استعمال کیا گیا تھا۔ یہاں ملنے والے قبرستان سے انسانی باقیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ تعمیرات کے دوران زخمی ہونے والے کارکنان کا اچھے طریقے سے خیال رکھا جاتا تھا اور اس دور کے طبیب ٹوٹی ہڈیوں کا علاج کرنے میں بھی ماہر تھے۔ ان کی خوراک بھی اچھی تھی اور وہ بھیڑ کا گوشت بکثرت استعمال کرتے تھے۔

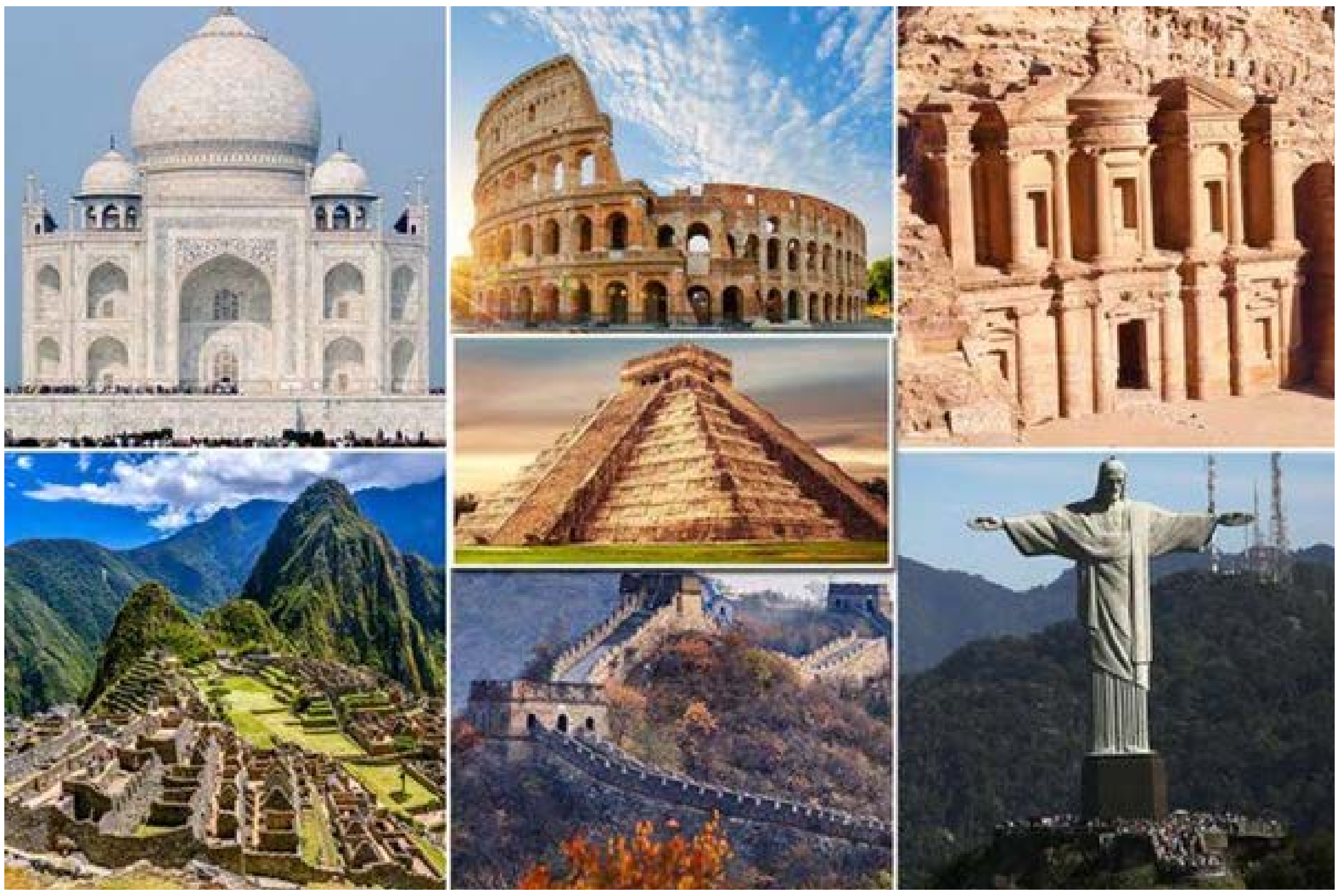

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

+44 79 5161 4020

info@alfazlonline.org

رپورٹ: حامد اقبال شعبہ تاریخ جامعہ جرمنی

لیکچر بعنوان ”جدید طبیعیات پر ایک تعارفی نظر“

طلبہ جامعہ احمدیہ جہاں دینی علوم سیکھتے ہیں وہی ان کی کچھ دنیاوی علوم سے واقفیت پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں مؤرخہ 17 نومبر 2021ء کو مجلس ارشاد جامعہ احمدیہ جرمنی کے زیر اہتمام سائنس کے حوالے ایک لیکچر بعنوان ”جدید طبیعیات پر ایک تعارفی نظر“ کا انعقاد کیا گیا۔ یہ اس سلسلہ کا پہلا لیکچر تھا جس کے لئے مکرم ومحترم حسنات احمد صاحب (نائب امیر جماعت احمدیہ جرمنی) جو Msc.Physics ہیں کو دعوت دی گئی۔لیکچر کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم نعمان احمد داؤد صاحب نے پیش کی۔ بعد ازاں عزیزم حافظ احتشام صاحب صدر مجلس ارشاد نے مہمان خصوصی کا تعارف پیش کیا۔

لیکچر کے آغاز میں مکرم حسنات احمد صاحب نے کائنات میں پائی جانی والی چار بنیادی طاقتوں، قوتوں کی وضاحت فرمائی جن کے ذریعہ سے تمام Matter اور شعاعیں ایک دوسرے پر اثر کرتی ہیں یعنی کشش، weak force، electromagnetic force اور strong force۔ پہلی دو قوتیں انسان اپنی روزمرہ کی زندگی میں محسوس کرتا ہے۔ باقی دو قوتوں کا تعلق atom اور اس کی جزئیات کے ساتھ ہے۔

Strong force کو سمجھاتے ہوئے ذکر کیا کہ Electromagnetic force کے تحت یہ ایک قاعدہ ہے کہ وہ ذرات جن کا electric charge ایک طرح کا ہو وہ ایک دوسرے کو دور کرتے ہیں اور اگر وہ متضاد ہوں تو وہ ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں۔ اب سائنس نے یہ دریافت کیا ہے کہ ایک atom کے مختلف حصے ہیں۔ وہ electrons، protons اور neutrons پر مشتمل ہوتا ہے۔ Hydrogene کے علاوہ باقی سب atoms میں ایک سے زائد protons ہوتے ہیں۔ Protons کا positive electric charge ہوتا ہے۔ اب یہاں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسی قوت ان کو اکٹھا رکھ رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قوت electromagnetiv force سے بھی بڑھ کر ہے۔ دراصل یہی strong force ہے۔

بعد ازاں بیان کیا کہ Marie Curie اور اس کے خاوند نے radioactivity کے ذریعہ سے weak force دریافت کی تھی۔

اس کے بعد حسنات صاحب نے بتایا کہ آج کے زمانہ میں سائنسدان اس کوشش میں ہیں کہ ان چار قوتوں کو کس طریق پر اکٹھا کیا جائے تا کہ اس کے ذریعہ سے کائنات کے آغاز کے بارہ میں معلومات حاصل ہوسکیں۔ آغاز میں چاروں قوتیں اکٹھی تھیں۔ پھر سب سے پہلے قوت کشش الگ ہوئی اس کے بعد strong force پھر باقی دو قوتیں۔

ڈاکٹر عبد السلام صاحب کا ذکر کرتے ہوئے حسنات صاحب نے بیان کیا کہ آپ نے اپنے مقالہ میں یہ ثابت کیا کہ electromagnetiv force اور weak force ایک ہی قوت سے نکلی ہیں۔ بعد میں جب ایسے آلات ایجاد ہوئے جن سے اس قسم کے تجربات کئے جاسکتے تھے تو آپ کی تھیوری ثابت ہوگئی جس پر آپ کو نوبل پرائز ملا۔

لیکچر کے اختتام پر حسنات صاحب نے اس بات کا ذکر کیا کہ جو standard model of particle physics ہے وہ نامکمل ہے کیونکہ ابھی تک سائنسدان چاروں قوتوں کو اکٹھا نہیں کر سکے اور dark matter کے بارہ میں بھی ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا۔

لیکچر کے دوران سوال و جواب کا سلسلہ بھی جاری رہا اور طلبہ نے بڑی دلچسپی سے لیکچر کو سنا۔ آخر پر دعا کے ساتھ اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

چھوٹی مگر سبق آموز بات

بدعات اسلامی سوسائٹی کے تنزل کا باعث

دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنا، اللہ تعالیٰ کے احکامات اور شریعت سے ہٹ کر ایسی باتیں تلاش کرنا جن کا دین سے دور دور کا بھی واسطہ نہ ہو سب بدعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات تو ظلمات سے نور کی طرف لیجاتے ہیں اور بدعات نور سے دور گھٹاٹوپ اندھیروں کی طرف لیجاتی ہیں۔ آج اسلامی معاشرے کے تنزل اور زوال کی بڑی وجہ بدعات بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہٹ کر اپنی اختراعات کو دین کا نام دینے کی نہ صرف کوشش کی جارہی ہے بلکہ اسلام کی زندہ و جاوید تعلیمات کو زہر آلود کرنے کی کوشش بھی کی جارہی ہے۔ ہم احمدی مسلمانوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ انہیں زمانے کے مامور کی بیعت میں آنے کی توفیق ملی، جسے خدا نے حکم اور عدل کی حیثیت سے مبعوث کیا ہے جو تمام قسم کی بدعات سے ہمیں بچانے اور دین متین کی حقیقی اور زندگی بخش تعلیمات کو ازسر نو زندہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔

اللہ کرے کہ ہم ہمیشہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب ہدایت میں پائی جانے والی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے والے ہوں۔

بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

13 جنوری 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:40	17:58
مدینہ منورہ	05:45	17:53
قادیان	06:03	17:45
ربوہ	05:43	17:25
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:32	16:22